حالت جنگ میں انسانی حقوق: شرعی جائزہ

Human Rights During Wartime: A Shari'ah-Based Analysis

Muhammad Zakariya Murtaza
PhD Scholar, Department of Islamic Studies,
Qurtuba University of Science and information Technology Peshawar
Email: m.zakarya100@gmail.com
Dr. Muqaddas Ullah
Assistant Professor, Department of Islamic Studies,
Qurtuba University of Science and information Technology Peshawar
Email: drmqds@qurtuba.edu.pk

Abstract
Islam, as a comprehensive and universal faith, offers detailed guidance for its followers in all aspects of life, including the conduct of war. While Islam fundamentally advocates for peace and harmony, it permits warfare strictly for defensive purposes and under specific ethical guidelines. Recognizing the inevitability of conflict in human society, Islamic law (Shari'ah) establishes clear principles to regulate warfare, emphasizing the protection and preservation of human rights even during times of conflict. This article provides a Shari'ah-based analysis of the Islamic framework governing human rights during wartime, highlighting the teachings of the Holy Quran and the Prophet Muhammad (peace be upon him) that underscore the sanctity of human life and dignity, even amidst hostilities.
Keywords: Islamic Law, Wartime Ethics, Human Rights, Shari'ah, Peace, Conflict, Human Dignity

اسلام ایک جامع اور عالمگیر الٰہی مذہب ہے جو زندگی کے تمام شعبوں میں اپنے پیروکاروں کو رہنمائی فراہم کرتا ہے۔ اسلام ہمیشہ امن و آشتی کے فروغ کا داعی رہا ہے اور جنگ کی مذمت کرتا ہے، مگر دفاع اور تحفظ کی غرض سے جنگ کی اجازت دیتا ہے۔ چونکہ جنگ ایک مخصوص انسانی سرگرمی ہے، خاص طور پر موجودہ عالمی دور میں، اس لیے اسلام نے جنگ کے لیے واضح اور مناسب اصول وضع کیے ہیں۔ مسلمانوں کا جنگ کے بارے میں رویہ قرآن مجید اور نبی کریم ﷺ کی تعلیمات پر مبنی ہے، جن میں انسانی حقوق کی حفاظت اور ان کی اہمیت کو خاص مقام دیا گیا ہے۔ یہ مضمون جنگ کے دوران انسانی حقوق سے متعلق اسلامی اصولوں کا مفصل تجزیہ پیش کرتا ہے۔

فروغ امن اور اسلام:

اسلام میں امن قائم رکھنے پر زور دیا گیا ہے، اسلام قتل و خونریزی کا مخالف ہے، مخصوص حالات میں اجازت جنگ اور جہاد کی صورت میں بھی اسلام اس بات پر زور دیتا ہے کہ انسانی حقوق کا تحفظ کیا جائے۔ دراصل دین اسلام امن کا داعی ہے، مشاہدہ ہے کہ انسانی ترقی کے حصول کے لئے امن پر یقین رکھنا نہایت ضروری ہے۔

ہجرت مدینہ کے بعد نبی کریم صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ نے امن وامان کو مد نظر رکھتے ہوئے پہلی اسلامی مملکت کے لئے جو پہلا اسلامی دستور دیا، اس میں دو چیزیں نمایاں تھیں۔ ایک میثاق مدینہ اور دوسرا مؤاخات مدینہ۔ ان میں پہلا خارجہ پالیسی میں مدد دیتا ہے اور دوسرا داخلہ پالیسی کی غمازی کرتا ہے۔ مؤاخات میں مسلمانوں کے آپس کے تعلقات بحیثیت قوم کا نظام وضع کیا گیا ہے اور اس میں قومی تعلقات کے لئے ایک نمونہ پیش کیا گیا ہے، جب کہ میثاق میں مدینہ منورہ اور ارد گرد کے دیگر اقوام کے ساتھ تعلقات کے اصول مرتب کئے گئے ہیں۔

قرآن کریم کی متعدد آیات سے ثابت ہوتا ہے کہ اسلام نے امن اور سلامتی کا درس دیا ہے اور اس کے قائم رکھنے پر زور دیا ہے۔ ارشاد باری تعالیٰ ہے:

﴿وَإِنْ جَنَحُوا لِلسَّلْمِ فَاجْنَحْ لَهَا وَتَوَكَّلْ عَلَى اللَّهِ إِنَّهُ هُوَ السَّمِيعُ الْعَلِيمُ ﴾ [1]

اور (اے رسول) اگر وہ صلح و آشتی کی طرف مائل ہو جائیں تو آپ بھی مائل ہو جایئے اور اللہ پر بھروسہ کیجیے۔ یقیناً وہ خوب سننے والا، جاننے والا ہے۔

دوسری جگہ ارشاد ہے:

﴿يَاأَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا ادْخُلُوا فِي السِّلْمِ كَافَّةً وَلَا تَتَّبِعُوا خُطُوَاتِ الشَّيْطَانِ إِنَّهُ لَكُمْ عَدُوٌّ مُبِينٌ﴾ [2]

اے ایمان لانے والو! تم سب کے سب (دائرہ) امن و آشتی میں آ جاؤ اور شیطان کے نقش قدم پر نہ چلو، یقیناً وہ تمہارا کھلا دشمن ہے۔

اسلام عقیدہ اور نظریہ کے مخالفین کے ساتھ ہر صورت میں جنگ کی بات نہیں کرتا، بل کہ جنگ صرف اس صورت میں کی جاتی ہے جب اپنے عقیدے اور جان کا دفاع کرنا مقصود ہو۔

چند شواہد:

1: عرب کے زیادہ تر قبائل اسلام میں اپنی سوچ و فکر اور دعوت حسنہ کے نتیجے میں داخل ہوئے اور کسی بھی طرح سے تلوار کا استعمال نہیں کیا گیا۔ نبی اکرم صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ نے اسلام کی دعوت کا یہ خوبصورت طریقہ قرآن کریم کی اس آیت مبارکہ کی روشنی میں قائم فرمایا، ارشاد باری تعالیٰ ہے:

﴿ادْعُ إِلَى سَبِيلِ رَبِّكَ بِالْحِكْمَةِ وَالْمَوْعِظَةِ الْحَسَنَةِ وَجَادِلْهُمْ بِالَّتِي هِيَ أَحْسَنُ إِنَّ رَبَّكَ هُوَ أَعْلَمُ بِمَنْ ضَلَّ عَنْ سَبِيلِهِ وَهُوَ أَعْلَمُ بِالْمُهْتَدِينَ﴾ [3]

(اے رسول) حکمت اور اچھی نصیحت کے ساتھ اپنے رب کی راہ کی طرف دعوت دیں اور ان سے بہتر انداز میں بحث کریں، یقینا آپ کا رب بہتر جانتا ہے کہ کون اس کی راہ سے بھٹک گیا ہے اور وہ ہدایت پانے والوں کو بھی خوب جانتا ہے۔

اس دعوت کے نتیجے میں اسلام قبول کرنے والوں میں عرب کے دو معروف قبیلے اوس و خزرج بھی شامل تھے۔

2: اسلام کی دعوت محبت، اسلام کے تعارف اور لوگوں سے حسن سلوک سے دی گئی ہے۔ ارشاد باری تعالی ہے:

﴿يَاأَيُّهَا النَّاسُ إِنَّا خَلَقْنَاكُمْ مِنْ ذَكَرٍ وَأُنْثَى وَجَعَلْنَاكُمْ شُعُوبًا وَقَبَائِلَ لِتَعَارَفُوا إِنَّ أَكْرَمَكُمْ عِنْدَ اللَّهِ أَتْقَاكُمْ إِنَّ اللَّهَ عَلِيمٌ خَبِيرٌ﴾ [4]

اے لوگو! ہم نے تمہیں ایک مرد اور عورت سے پیدا کیا پھر تمہیں قومیں اور قبیلے بنا دیا تاکہ تم ایک دوسرے کو پہچانو، تم میں سب سے زیادہ معزز اللہ کے نزدیک یقیناً وہ ہے جو تم میں سب سے زیادہ پرہیز گار ہے، اللہ یقیناً خوب جاننے والا، باخبر ہے۔

3: اسلام میں جنگ مجبوری کی حالت میں ہے اور وہ بھی اس صورت میں جبکہ اور کوئی راستہ نہ ہو۔ اس میں بھی دیکھا جائے تو نبی اکرم ﷺ کے زمانے میں جو جنگیں ہوئیں ان کی مجموعی تعداد اسّی بنتی ہے اور ان سب جنگوں میں مسلمانوں اور مشرکین کے مقتولین ملا کر بھی ان کی تعداد ایک ہزار سے کم ہے۔

4: اسلام نے ایک نظریہ کے طور پر غیر مسلموں کو ان کے عقیدہ اور ان کے رسوم ورواج کے مطابق زندگی گزارنے کے بدلے ایک معمولی سا ٹیکس رکھا جسے جزیہ کہا جاتا ہے۔

5: اسلام نے قتل وغارت کو ایک دفاعی حکمت عملی کے طور پر اختیار کیا اور اس کے ذریعے ظالموں کو ان کے ظلم سے روکنا تھا اور مظلوموں کو ان سے نجات دلانا تھی یہ کوئی ایسا عمل نہیں جس کو پسندیدگی کے ساتھ اسلام نے اختیار کیا ہو۔ ارشاد باری تعالی ہے:

﴿كُتِبَ عَلَيْكُمُ الْقِتَالُ وَهُوَ كُرْهٌ لَكُمْ﴾ [5]

تمہیں جنگ کا حکم دیا گیا ہے جب کہ وہ تمہیں ناگوار ہے۔

اسلام میں جنگ کب کی جا سکتی ہے؟

اسلام جنگ کی اجازت کچھ شرائط کے ساتھ دیتا ہے، اسلام اصل میں جنگ کے خلاف ہے، کیونکہ جنگ انسانی تہذیب پر بھیانک اثرات مرتب کرتی ہے۔

اسلام میں جنگ کرنے کی شرائط:

1: یہ جنگ ایمان اور عقیدے کی حفاظت کے لیے ہو، دشمن مسلمانوں پر ان کے عقیدے کی وجہ سے ظلم کر رہے ہوں۔ ارشاد باری تعالیٰ ہے:

﴿أُذِنَ لِلَّذِينَ يُقَاتَلُونَ بِأَنَّهُمْ ظُلِمُوا وَإِنَّ اللَّهَ عَلَى نَصْرِهِمْ لَقَدِيرٌ﴾ [6]

جن لوگوں پر جنگ مسلط کی جائے انہیں (جنگ کی) اجازت دی گئی ہے کیونکہ وہ مظلوم واقع ہوئے اور اللہ ان کی مدد کرنے پر یقیناً قدرت رکھتا ہے۔

2: ان لوگوں سے جنگ کرنا جو مسلمانوں سے نفرت اور بغض پھیلا کر لڑنے پر اکساتے ہیں اور جارحیت کی مسلسل ترغیب دیتے ہیں۔ ارشاد باری تعالیٰ ہے:

﴿وَقَاتِلُوهُمْ حَتَّى لَا تَكُونَ فِتْنَةٌ وَيَكُونَ الدِّينُ لِلَّهِ فَإِنِ انْتَهَوْا فَلَا عُدْوَانَ إِلَّا عَلَى الظَّالِمِينَ﴾ [7]

اور تم ان سے اس وقت تک لڑو کہ فتنہ باقی نہ رہے اور دین اللہ ہی کے لیے ہو جائے، ہاں اگر وہ باز آ جائیں تو ظالموں کے علاوہ کسی کے ساتھ زیادتی نہ ہو گی۔

اسلام نے اس وقت جنگ سے منع کیا ہے جب یہ لوگ اپنی دشمنی اور جنگ کی خواہش سے باز آ جائیں۔

3: وہ لوگ جن پر ظلم کیا جا رہا ہو اگر وہ مسلمانوں سے مدد مانگتے ہیں تو ان کے دفاع کے لیے جنگ کرنا۔ ارشاد باری تعالیٰ ہے:

﴿وَإِنِ اسْتَنْصَرُوكُمْ فِي الدِّينِ فَعَلَيْكُمُ النَّصْرُ إِلَّا عَلَى قَوْمٍ بَيْنَكُمْ وَبَيْنَهُمْ مِيثَاقٌ وَاللَّهُ بِمَا تَعْمَلُونَ بَصِيرٌ﴾[8]

البتہ اگر انہوں نے دینی معاملے میں تم لوگوں سے مدد مانگی تو ان کی مدد کرنا تم پر اس وقت فرض ہے جب یہ مدد کسی ایسی قوم کے خلاف نہ ہو جن کے اور تمہارے درمیان معاہدہ ہے۔ اور اللہ تمہارے اعمال پر خوب نظر رکھتا ہے۔

اسلام میں جنگ کے مقاصد:

1: ظلم کا ازالہ:

اسلام نے جو سب سے پہلی بار جہاد کی اجازت دی اس فرمان سے اندازہ ہوتا ہے کہ اس جنگ کا مقصد ظلم وزیادتی کو دور کرنا اور امن وامان کو قائم کرنا ہے، تاکہ وہ انسانی اقدار جو کہ ظلم کی وجہ سے پامال ہو گئے تھے بحال ہو جائے۔ چنانچہ ارشاد باری تعالیٰ ہے:

﴿أُذِنَ لِلَّذِينَ يُقَاتَلُونَ بِأَنَّهُمْ ظُلِمُوا وَإِنَّ اللَّهَ عَلَى نَصْرِهِمْ لَقَدِيرٌ﴾ [9]

جن لوگوں پر جنگ مسلط کی جائے انہیں (جنگ کی) اجازت دی گئی ہے کیونکہ وہ مظلوم واقع ہوئے اور اللہ ان کی مدد کرنے پر یقیناً قدرت رکھتا ہے۔

دوسری جگہ فرمایا:

﴿وَلَمَنِ انْتَصَرَ بَعْدَ ظُلْمِهِ فَأُولَئِكَ مَا عَلَيْهِمْ مِنْ سَبِيلٍ﴾ [10]

اور جو ظلم ہونے کے بعد بدلہ لیں اُن پر کوئی ملامت نہیں۔

اس سے اندازہ ہوتا ہے کہ اسلام دنیا میں امن قائم کرنے کے لئے ہی جنگ کرنے کا حکم دیتا ہے۔ قرآن اسی کو جہاد فی سبیل اللہ سے تعبیر کرتا ہے۔

2: روئے زمین سے فتنہ وفساد دور کرنا:

اسلام نے اپنے متبعین کو جو جہاد کا حکم دیا ہے اس کا ایک مقصد فتنہ وفساد کو دفع کرنا بھی ہے، تاکہ دنیا تمام اقوام کے لیے امن کا گہوارہ بنے اور دنیا سے فساد مکمل طور پر ختم ہو چنانچہ فرمایا:

﴿وَقَاتِلُوهُمْ حَتَّى لَا تَكُونَ فِتْنَةٌ وَيَكُونَ الدِّينُ كُلُّهُ لِلَّهِ﴾ [11]

ان سے جنگ کرو تا آں کہ فتنہ باقی نہ رہے اور دین پورے کا پورا اللہ کے لیے ہو جائے۔

اس کے علاوہ کسی اور مقصد کے لیے جنگ کرنا اسلام میں جائز نہیں، بلکہ اسلامی فقہ کے پورے ذخیرہ میں یہ بات موجود نہیں کہ محض ملک وریاست اور مال ودولت کے حصول کے لیے جنگ کی جائے اور اس پر پورے امت مسلمہ کا اتفاق ہے۔

3: اعلاء کلمۃ اللہ

اسلام نے جہاد کے ذریعے مال غنیمت اور خراج وغیرہ جمع کرنے کا مقصد نہیں بنایا بلکہ لوگوں کے دلوں میں اسلام بٹھانے کے لیے جہاد کا حکم دیا چنانچہ ایک مرتبہ حیان بن شریح نے حضرت عمر بن عبد العزیز کو لکھا:

" أَنَّ حَيَّانَ بْنَ شُــرَيْحٍ عَامَلَ عُمَرَ بْنِ عَبْدِ الْعَزِيزِ عَلَى مِصْــرَ كَتَبَ إِلَيْهِ: إِنَّ أَهْلَ الذِّمَّةِ قَدْ أَسْــرَعُوا فِي الْإِسْــلَامِ وَكَسَــرُوا الْجِزْيَةَ , فَكَتَبَ إِلَيْهِ عُمَرُ: أَمَّا بَعْدُ , فَإِنَّ اللَّهَ بَعَثَ مُحَمَّدًا دَاعِيًا , وَلَمْ يَبْعَثْهُ جَابِيًا , فَإِذَا أَتَاكَ كِتَابِي هَذَا فَإِنْ كَانَ مِنْ أَهْلِ الذِّمَّةِ أَسْرَعُوا فِي الْإِسْلَامِ وَكَسَرُوا الْجِزْيَةَ فَاطْوِ كِتَابَكَ وَ أَقْبِلْ "[12]

عامل مصر حیان بن شریح نے عمر بن عبد العزیز کو خط لکھا کہ: اہل ذمہ تیزی سے اسلام قبول کر رہے ہیں اور جزیہ دینا چھوڑ دیا ہے۔ تو آپ نے اسے جواب میں لکھا کہ اللہ تعالی نے محمد ﷺ کو ہدایت دینے کے لیے بھیجا ہے مال وصول کرنے کے لیے نہیں۔ جب تمہیں میرا یہ خط ملے تو جب اہل ذمہ اسلام قبول کرے اور جزیہ چھوڑ دے تو تم اپنا رجسٹر بند کر کے ان سے اسلام قبول کرو۔

اسی طرح سعد بن ابی وقاص رضی اللہ عنہ نے ایران کی طرف ربعی بن عامر کو بھیجا تو انہوں نے جنگ قادسیہ سے ذرا پہلے ایرانی قائد رستم سے کہا:

"فو الله لإِسْلامُكُمْ أَحَبُّ إِلَيْنَا مِنْ غَنَائِمِكُمْ"[13]

اللہ کی قسم تمہارا مسلمان ہونا ہمیں تمہارے اموال سے زیادہ پسند ہے۔

ان واقعات سے واضح ہوتا ہے کہ جہاد کا مقصد مال جمع کرنا نہیں بلکہ اعلائے کلمۃ اللہ ہے۔

اسلام کی خارجہ پالیسی اور تعلیمات جنگ:

دین اسلام نے دوسری قوموں اور ملکوں کے ساتھ اچھے تعلقات رکھنے ان سے لین دین تجارت اور ان کی صنعت و حرفت سے مستفید ہونے سے منع نہیں کیا ہے۔ مزید یہ کہ دیگر مذاہب کے ماننے والوں کو انہیں اپنے مذہب اور عقائد کے مطابق عمل کرنے کو پوری اجازت دی ہے اور مسلمانوں سے جنگ نہ کرنے والوں کے ساتھ انصاف کرنے اور حسن سلوک کرنے کی ہدایت کی ہے۔ قرآن مجید میں ارشاد ہے:

﴿لَا يَنْهَاكُمُ اللَّهُ عَنِ الَّذِينَ لَمْ يُقَاتِلُوكُمْ فِي الدِّينِ وَلَمْ يُخْرِجُوكُمْ مِنْ دِيَارِكُمْ أَنْ تَبَرُّوهُمْ وَتُقْسِطُوا إِلَيْهِمْ إِنَّ اللَّهَ يُحِبُّ الْمُقْسِطِينَ﴾ [14]

اللہ تمہیں ان لوگوں کے ساتھ حسن سلوک اور انصاف کرنے سے نہیں روکتا جنہوں نے دین کے معاملے میں نہ تم سے جنگ کی ہے اور نہ تم کو تمہارے گھروں سے نکالا ہے۔ اللہ انصاف کرنے والوں کو محبوب رکھتا ہے۔

ان اصول ومبادی سے معلوم ہوتا ہے کہ اسلام میں امن وامان کو کیا حیثیت دی گئی ہے۔ خود قرآن کریم کی 133 سے زیادہ آیتوں میں لفظ سلم اور اس مادے کے دیگر الفاظ موجود ہیں، جب کہ لفظ حرب (جنگ) پر مشتمل صرف چھ آیات ہیں۔ اس بناء پر کہا جاسکتا ہے کہ اسلام کے جملہ اغراض و مقاصد میں امن و سلامتی کی فکر کو اہم مقام حاصل ہے۔ تاہم کبھی کبھی دفع فساد یا دفاع کے لیے تلوار اٹھانی پڑتی ہے۔ لیکن اس بارے میں یہ جاننا چاہیے کہ اسلام میں جنگ کا اصل مقصد حریف اور مد مقابل کو قتل کرنا اور اس کو نقصان پہنچانا نہیں ہے، بلکہ اس کے شر کو دفع کرنا ہے، تا کہ اللہ کی مخلوق اس کے شر سے محفوظ رہے اور اللہ کا کلمہ بلند ہو۔ اس وجہ سے اسلام نے قوت کے استعمال کی انہی طبقات کے خلاف اجازت دی ہے جو برسرپیکار ہوں اور جن سے شر کا اندیشہ ہو۔ باقی تمام انسانی طبقات کو اسلام کے نزدیک جنگ کے اثرات سے محفوظ رہنا چاہیے۔ اسلام نے جنگ کا جو تصور دنیا کے سامنے پیش کیا ہے وہ اس تصور سے یک قلم مختلف ہے جو غیر مسلم دماغوں میں موجود ہے۔ موجودہ دور میں جو جنگیں ہوتی ہیں ان میں صرف انسانوں کو مارنا اور مکانوں کو گرانا اور عوام الناس کے دلوں میں دہشت اور ہیبت پیدا کرنا ہوتا ہے، بلکہ موجودہ جنگیں ایک طرح سے بے مقصد جنگیں ہیں۔

دوران جنگ انسانی حقوق کا تحفظ:

اسلام سے پہلے جتنی بھی جنگیں ہوتی تھی اس کا نام سنتے ہی روح کانپ اٹھتی ہے، لیکن اسلام نے سب سے پہلے جنگ کے سلسلے میں گذشتہ طریقوں کی اصلاح کی، اس کے بعد اس کے لیے پاکیزہ اصول طے کئے۔ اسلام نے انسانیت کو جو مقام دیا وہ سب کے سامنے ہے، حتیٰ کہ حالت جنگ میں بھی اس کا دامن ہاتھ سے نہ چھوٹنے دیا۔ نبی کریم ﷺ کی طرف سے فوجوں کو روانہ کرتے وقت انسانی حقوق سے متعلق باقاعدہ ہدایات دی جاتی تھیں۔ چناں چہ آپ ﷺ سپہ سالار اور فوج کو پہلے تقویٰ اور خوف خدا کی نصیحت کرتے، پھر ارشاد فرماتے:

"اغزوا بســم الله ، وفى ســبيل الله ، قـاتلوا مَن كَفَر بالله ، ولا تَغُلُّوا ، ولا تَغْدِرُوا ، ولا تُمَثِّلُوا وَلا تَقْتُلُوا وليداً "[15]

جاؤ اللہ کا نام لے کر اور اللہ کی راہ میں، لڑو ان لوگوں سے جو اللہ پر کفر کرتے ہیں، مگر جنگ میں کسی سے بدعہدی نہ کرو، غنیمت میں خیانت نہ کرو، مثلہ نہ کرو اور کسی بچے کو قتل نہ کرو۔

اسلام میں انسانی اقدار کی اتنی پاسداری ہے کہ شریعت اسلامی کے مقاصد کا مدار ہی انسانی اقدار ہے۔ جس کا خلاصہ یہ ہے کہ انسانی جان، مال، عزت ہر حال میں محفوظ ہوں اور اس کے لیے حالت جنگ میں بھی اسلام نے کچھ اصول و ضوابط مقرر کیے ہیں۔ جن میں سے کچھ اصول اور ضوابط کی تفصیل درجہ ذیل ہے:

بوقت ضرورت اور برائے ضرورت جنگ کرنا:

اللہ تعالی نے جنگ کے حدود مقرر کر دیے ہیں اور اس سے آگے بڑھنے سے منع فرمایا ہے۔ اللہ تعالی کا فرمان ہے:

﴿وَإِنْ عَاقَبْتُمْ فَعَاقِبُوا بِمِثْلِ مَا عُوقِبْتُمْ بِهِ ﴾ [16]

اگر تم بدلہ لو تو اتنا ہی بدلہ لو جتنی تم کو تکلیف دی گئی ہے۔

لہٰذا حد سے زیادہ تکلیف کسی کو دینا شرعی اعتبار سے جائز نہیں۔

حملہ کرنے سے پہلے دشمن کو بتانا:

اسلام نے اس سے سختی سے منع فرمایا ہے کہ راتوں رات دشمن پر بے خبری میں حملہ کیا جائے۔ نبی کریم ﷺ جب بھی حملہ کرتے تھے تو صبح کی روشنی میں حملہ کرتے تھے۔ سیدنا انس بن مالک رضی اللہ عنہ سے مروی ہے:

كان اذا غزا قوما لم يُغر حتى يُصبح فان سمع أذانا أمسك وان لم يسمع أذانا أغار بعد مايُصبح [17]

نبی کریم ﷺ جب کسی دشمن قوم پر رات کے وقت پہنچتے تو جب تک صبح نہ ہو جاتی حملہ نہ کرتے تھے۔ جب آپ اذان سنتے تو ان پر حملہ کرنے سے منع ہو جاتے تھے اور اگر اذان نہیں سنتے تو صبح کے بعد حملہ کرتے۔

بے جا تخریب کی ممانعت:

اسلام نے روایتی جنگوں اور ان کے طریقوں سے منع فرمایا کہ راستے میں جو بھی دشمن کے املاک نظر آتے ان کو نابود کر دیا جاتا، اللہ تعالی کا فرمان ہے:

﴿وَإِذَا تَوَلَّى سَعَى فِي الْأَرْضِ لِيُفْسِدَ فِيهَا وَيُهْلِكَ الْحَرْثَ وَالنَّسْلَ وَاللَّهُ لَا يُحِبُّ الْفَسَادَ﴾ [18]

اور جب وہ حاکم بنتا ہے تو کوشش کرتا ہے کہ زمین میں فساد پھیلائے اور فصلوں اور نسلوں کو برباد کرے، مگر اللہ فساد کو پسند نہیں کرتا ہے۔"

تاہم کبھی کبھی جنگی مصلحت کی بناء پر کبھی کبھی ایسا ہوا بھی ہے جیسا کہ غزوہ بنی نضیر کے موقع پر ان کے مکانات و تعمیرات کو تباہ کر دیا تھا تا کہ ان کو تکلیف پہنچایا جا سکے۔ اس کے علاوہ جنگ میں جنگی چال چلانا اور کے لیے ظاہری اعتبار سے دشمن کو فریب دینا بھی جائز ہے جیسا کہ رسول اللہ صلی علیہ اسلام کا فرمان ہے: "**الحربُ خُدْعَة**" [19] جنگ فریب دہی (چال) ہے۔ تاہم اس میں اسلام کی مسلمہ احکام کی خلاف ورزی نہ ہو۔

سفیر کے قتل کی ممانعت:

اسلام نے سفیروں کو تحفظ دی ہے خواہ وہ کتنا ہی گستاخانہ پیغام کیوں نہ لائیں۔ مسیلمہ کذاب کا سفیر عبادہ بن الحارث جب رسول اللہ ﷺ کے پاس آیا تو آپ ﷺ نے فرمایا:

"لو لا انك رسول لضربتُ عُنُقكَ"[20]

اگر تم قاصد نہ ہوتے تو میں تیری گردن مار دیتا۔

بچوں، عورتوں اور بوڑھوں کے قتل کی ممانعت:

جنگ کے دوران بچوں، عورتوں اور بوڑھوں کو قتل کرنا ناجائز ہے۔ چنانچہ عبداللہ ابن عمر کا بیان ہے:

"وُجِدَتِ امْرَأَةٌ مَقْتُولَةً فِي بَعْضِ مَغَازِي رَسُولِ اللَّهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، فَنَهَى رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ عَنْ قَتْلِ النِّسَاءِ وَالصِّبْيَانِ"[21]

آقائے نامدار ﷺ کو ایک غزوہ میں قتل شدہ عورت کی لاش ملی، تو آقائے نامدار ﷺ نے عورتوں اور بچوں کے قتل سے منع فرمایا۔ لہذا جنگ کے دوران عورت کو حق تحفظ حاصل ہے، اس سے کوئی تعرض نہیں کیا جائے گا، ہاں! اگر عورت لڑنے کے لئے باقاعدہ میدان جنگ میں اتر آئے تو پھر اس کو بھی قتل کرنا جائز ہے۔ درج ذیل روایت سے یہ بات ثابت ہوتی ہے:

"عَنْ عَبْدِ الرَّحْمَنِ بْنِ أَبِي عَمْرَةَ الْأَنْصَارِيِّ، " أَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، مَرَّ عَلَى امْرَأَةٍ مَقْتُولَةٍ فَقَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: «مَنْ قَتَلَ هَذِهِ؟» فَقَالَ رَجُلٌ: أَنَا يَا رَسُولَ اللَّهِ، أَرْدَفْتُهَا خَلْفِي فَأَرَادَتْ قَتْلِي فَقَتَلْتُهَا، فَأَمَرَ بِهَا فَدُفِنَتْ" [22]

عبد الرحمن بن ابی عمرۃ الانصاری سے مروی ہے: آقا ﷺ کا گزر ایک عورت کی لاش پر ہوا، تو پوچھا: اس کو کس نے قتل کیا ہے؟ ایک صحابی نے بتایا: میں نے آقائے نامدار ﷺ میں نے اس کو اپنے پیچھے بٹھایا، مگر اس نے مجھے قتل کرنے کی کوشش کی؛ اس لیے میں نے اس کو قتل کیا، پھر آپ ﷺ کے حکم سے اسے دفن کیا گیا۔

یہی حکم بوڑھوں کا بھی ہے، اگر وہ عملی طور پر جنگ میں شریک ہو جائے یا جنگ کے لئے منصوبہ بندی کرے اور یا لوگوں کو مسلمانوں کے خلاف جنگ پر آمادہ کرے تو ان کو بھی قتل کرنا جائز ہے۔

تاجروں کے قتل سے منع:

دوران جنگ تجار کو بھی حق تحفظ حاصل ہے، ان کو قتل نہیں کیاجائے گے، ہاں اگر ان کی طرف سے شر انگیزی پائی جائے تو ان کو بھی بوڑھوں اور عورتوں کی طرح قتل کیاجائے گا۔ جابر بن عبداللہؓ سے مروی ہے، فرمایا:

"**كَانُوا لَا يَقْتُلُونَ تُجَّارَ الْمُشْرِكِينَ**"[23]

صحابہ مشرکین کے تاجروں کو قتل نہیں کرتے تھے۔

عبادت گزاروں کے قتل سے منع:

جنگ کے دوران غیر مسلم کے ان عبادت گزاروں کا بھی یہ حکم ہے کہ اگر وہ جنگ سے کنارہ کشی کرتے ہوئے اپنی عبادت میں مصروف رہے اور عملی طور پر جنگ میں حصہ نہ لے تو ان کو حق تحفظ حاصل ہو گا۔ چنانچہ ابن عباس سے مروی ہے:

" **أَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ كَانَ إِذَا بَعَثَ جُيُوشَهُ قَالَ: لَا تَقْتُلُوا أَصْحَابَ الصَّوَامِعِ**"[24]

نبی اکرم ﷺ جب اپنی لشکریں بھیجتے، تو فرماتے: عبادت خانوں میں موجود لوگوں کو قتل مت کرنا۔

باندھ کر یا تکلیف دے کر قتل کی ممانعت:

نبی کریم ﷺ ہم نے دشمن کو باندھ کر یا تکلیف دے کر مارنے اور قتل کرنے سے منع فرمایا ہے۔، سید نا ایوب انصاری سے مروی ہے:

"**ينهى رسول الله صلى الله عليه وسلم عن قتل الصبر**"[25]

نبی کریم ﷺ قتل صبر (باندھ کر مارنے) سے منع فرماتے تھے۔

مثلہ کرنے کی ممانعت:

عرب اور بعض دیگر اقوام جنگ میں دشمنوں کی لاشوں کا مثلہ کیا کرتے تھیں۔ نبی کریم ﷺ نے انسانی لاشوں کی بے حرمتی کرنے اور مثلہ کرنے سے منع کیا، مغیرہ بن شعبہ سے مروی ہے:

"**نہی رسول صلى الله عليه وسلم عن المثلة**" [26]

نبی کریم ﷺ نے مثلہ (مقتول کے اعضاء کو کاٹنا) سے منع فرمایا ہے۔

آگ سے جلا کر مارنے سے منع:

اسلام سے قبل جنگ میں قیدیوں یا دشمنوں کو آگ میں زندہ جلا دیا جاتا تھا۔ نبی کریم ﷺ نے اس سے منع فرمایا۔ ارشاد نبوی ہے:

"انه لا ينبغي ان يعذب بالنار إلا رب النار" [27]

آگ کا عذاب دینا سوائے آگ کے پیدا کرنے والے کے اور کسی کو سزاوار نہیں۔

قیدیوں کے ساتھ برتاؤ:

اسلام نے قیدیوں کے بارے میں انتہائی منصفانہ اور نرم رویہ اختیار کیا ہے۔ ان سے برا سلوک کرنے سے منع فرمایا ہے، قرآن مجید میں ارشاد باری تعالیٰ ہے:

﴿حَتَّى إِذَا أَثْخَنْتُمُوهُمْ فَشُدُّوا الْوَثَاقَ فَإِمَّا مَنًّا بَعْدُ وَإِمَّا فِدَاءً حَتَّى تَضَعَ الْحَرْبُ أَوْزَارَهَا﴾ [28]

یہاں تک کہ جب تم انہیں اچھی طرح کچل دو تب قیدیوں کو مضبوط باندھو، اس کے بعد (تمہیں اختیار ہے) یا تو احسان کر کے چھوڑ دو یا فدیہ لے کر، تا آں کہ لڑائی اپنے ہتھیار ڈال دے۔

اس سے واضح ہے کہ قیدیوں کے بارے میں حکومت کو اختیار ہے یا تو فدیہ لے کر آزاد کریں یا بغیر بدیہ کے آزاد کریں بلکہ اللہ تعالیٰ نے قیدیوں کے ساتھ حسن سلوک کرنے اور ان کو کھانا کھلانے کو باعث نیکی قرار دیا اور اسے مومن کی خوبی بتایا۔ ارشاد باری تعالیٰ ہے:

﴿وَيُطْعِمُونَ الطَّعَامَ عَلَى حُبِّهِ مِسْكِينًا وَيَتِيمًا وَأَسِيرًا (8) إِنَّمَا نُطْعِمُكُمْ لِوَجْهِ اللَّهِ لَا نُرِيدُ مِنْكُمْ جَزَاءً وَلَا شُكُورًا (9)﴾ [29]

اور وہ مسکین، یتیم اور قیدی کو کھانا کھلاتے ہیں، اس کی چاہت کے باوجود اور (اس جذبے کے ساتھ) ہم تمہیں صرف اللہ کی خوشنودی کے لیے کھلاتے ہیں۔ ہم تم سے کسی بدلے اور شکریہ کے طالب نہیں ہیں۔

اسلامی غزوات اور موجودہ جنگوں کا موازنہ:

اسلام نے جہاں ایک طرف امن کا پیغام عام کر کے دنیا میں روشنی پھیلائی، وہیں دوسری طرف اس راہ میں حائل رکاوٹوں کو دور کرنے کے لیے تلوار کا سہارا لینا بھی لازم سمجھا۔ نبی کریم ﷺ کی زندگی میں کل 19 غزوات ہوئیں، اور بعض روایات کے مطابق یہ تعداد 27 تک پہنچتی ہے، جبکہ سرایا کی تعداد بھی مختلف مصادر کے مطابق 54 سے 56 کے درمیان ہے۔ یہ تمام جنگیں دو ہجری سے نو ہجری تک آٹھ سال کی مدت میں واقع ہوئیں۔ نبی کریم ﷺ نے یہ جنگیں محض اس لیے لڑیں تاکہ ممکنہ خطرات کو بڑھنے سے پہلے ختم کیا جاسکے۔ اگرچہ بعض لوگ ان جنگوں کو جارحانہ

قرار دیتے ہیں، مگر مجموعی طور پر ان میں صرف 259 مسلمان شہید ہوئے، جبکہ مخالفین کی جانب سے تقریباً 759 افراد ہلاک اور 656 قیدی بنائے گئے۔ ان قیدیوں میں سے اکثر کو نبی کریم ﷺ نے بلا شرط اور از راہ احسان آزاد کر دیا، جو اسلام کی انسانی ہمدردی اور رحم دلی کا منہ بولتا ثبوت ہے۔

اس کے برعکس، پہلی عالمی جنگ 1914ء میں تقریباً ایک کروڑ افراد ہلاک ہوئے، اور دوسری عالمی جنگ 1939ء میں چھ کروڑ سے زائد جانیں ضائع ہوئیں۔ موجودہ دور میں بھی 1990ء کے بعد سے افغانستان، عراق اور پاکستان میں دہشت گردی کے نام پر چار ملین (چالیس لاکھ) مسلمان مارے جا چکے ہیں۔ اگر اس میں شام، مصر، لیبیا، تیونس، کشمیر اور غزہ جیسے دیگر خطوں کو شامل کیا جائے تو یہ تعداد پانچ ملین (پچاس لاکھ) سے تجاوز کر جاتی ہے۔ ان جنگوں اور تصادمات میں لاکھوں خواتین، بچے اور بے گناہ افراد شدید نقصان اٹھا چکے ہیں، جبکہ گھروں، شہروں، بنیادی سہولیات اور خوراک کی تباہی کا اندازہ لگانا بھی مشکل ہے۔

عالمی جنگوں کا مقصد عموماً سلطنت کی توسیع، اقتدار کا حصول، خود غرضی اور گروہی تعصب ہوتا ہے، جس کی وجہ سے ان جنگوں میں انسانی حقوق کی بالکل پرواہ نہیں کی گئی۔ اس کے برعکس، اسلام میں جہاد کا تصور بالکل مختلف ہے۔ جہاد کا اصل مقصد اسلام کی تبلیغ میں حائل رکاوٹوں کو دور کرنا اور ظلم و ستم کو ختم کرنا ہے، جو نہ صرف وقت کی ضرورت ہے بلکہ اسلام کی حقیقی روح کا بھی آئینہ دار ہے۔

خلاصۃ البحث

زیرِ نظر تحقیق میں حالتِ جنگ میں انسانی حقوق کے اسلامی تصور اور شریعت کی روشنی میں اس کے اصول و ضوابط کا جامع جائزہ پیش کیا گیا ہے۔ اسلام ایک عالمگیر اور مکمل ضابطہ حیات ہے جو اپنے پیروکاروں کو ہر شعبہ زندگی میں رہنمائی فراہم کرتا ہے۔ اسلام نے ہمیشہ امن و آشتی اور انسانیت کے احترام کو بنیادی حیثیت دی ہے اور جنگ کو صرف دفاع، مظلوم کی مدد اور ظلم و فساد کے خاتمے کے لیے محدود کیا ہے۔ نبی کریم ﷺ اور خلفائے راشدین کے دور میں ہونے والی جنگوں میں انسانی جان، مال، عزت اور بنیادی حقوق کے تحفظ کو اولین ترجیح دی گئی، حتیٰ کہ دشمن کے بچوں، عورتوں، بوڑھوں، سفیروں اور غیر جنگجو افراد کو بھی مکمل تحفظ فراہم کیا گیا۔

اسلامی تعلیمات کے مطابق جنگ صرف مخصوص شرائط اور اخلاقی اصولوں کے تحت جائز ہے، جن میں ظلم کا ازالہ، فتنہ و فساد کا خاتمہ اور اعلائے کلمۃ اللہ شامل ہیں۔ غیر ضروری قتل و غارت، املاک کی تباہی، دھوکہ دہی، مثلہ (لاش کا مثلہ کرنا)، اور کمزور طبقات پر حملہ اسلامی تعلیمات کے سراسر منافی ہیں۔ قرآن و سنت میں متعدد مقامات پر امن و سلامتی کو فروغ دینے، دشمن کے ساتھ بھی حسنِ سلوک اور انصاف کا برتاؤ کرنے کی ہدایت کی گئی ہے۔

تحقیق میں یہ بھی واضح کیا گیا ہے کہ اسلام میں جنگ کا مقصد کبھی بھی سیاسی تسلط، مال و دولت کا حصول یا نسلی و گروہی تعصب نہیں رہا، بلکہ اس کا اصل ہدف ظلم کا خاتمہ اور معاشرتی عدل و انصاف کا قیام ہے۔ اس کے برعکس، جدید دور کی جنگوں میں انسانی حقوق کی پامالی عام ہے اور لاکھوں بے گناہ افراد مارے گئے، جبکہ اسلامی تاریخ میں جنگ کے دوران انسانی جان و مال کا تحفظ اور قیدیوں کے ساتھ حسنِ سلوک کی بے شمار مثالیں ملتی ہیں۔

نتیجتاً، اسلام کا تصورِ جنگ سراسر دفاعی، اخلاقی اور انسانی اقدار پر مبنی ہے، جس میں حالتِ جنگ میں بھی انسانی حقوق کے تحفظ کو بنیادی حیثیت حاصل ہے۔ یہی اصول آج کے عالمی منظرنامے میں امن کے قیام اور انسانی حقوق کے فروغ کے لیے بہترین رہنمائی فراہم کرتے ہیں۔

حوالہ جات

[1]سورۃ الانفال:61

[2]سورۃ البقرۃ:208

[3]سورۃ النحل:125

[4]سورۃ الحجرات:13

[5]سورۃ البقرۃ:216

[6]سورۃ الحج:39

[7]سورۃ البقرۃ:193

[8]سورۃ الانفال:72

[9]سورۃ الحج:39

[10]سورۃ الشوریٰ:41

[11]سورۃ الانفال:39

[12]ابن سعد، أبوعبداللہ محمد بن سعد،، الطبقات الکبری (بیروت: دار صادر، 1387ھ) ج:5، ص384۔

[13]الطبری، محمد ابن جریر، تاریخ الرسل والملوک (بیروت: دار التراث، 1387ھ) ج3، ص528۔

[14]سورۃ الممتحنۃ:8

[15]الترمذی، محمد بن عیسی، سنن الترمذی (بیروت: دار إحیاء التراث العربی، بدون التاریخ) ج4 ص22۔

[16]سورۃ النحل:126

[17] البخاری، محمد بن اِسماعیل، صحیح البخاری (بیروت: دار ابن کثیر، الیمامۃ، 1407ھ) ج1 ص221۔

[18] سورۃ البقرۃ: 502

[19] البخاری، صحیح البخاری، ج3 ص1102۔

[20] البُستی، محمد بن حبان، الإحسان فی تقریب صحیح ابن حبان (بیروت: مؤسسۃ الرسالۃ، الطبعۃ: الأولی، 1408ھ) ج11 ص236۔

[21] ابن ابی شیبۃ، عبداللہ بن محمد بن ابراہیم، المصنف فی الاحادیث والآثار (ریاض؛ مکتبۃ الرشد، ط: 1، سن: 1409ھ) ج6، ص 482۔

[22] ابن ابی شیبۃ، المصنف فی الاحادیث والآثار، ج6 ص483۔

[23] ابن ابی شیبۃ، المصنف فی الاحادیث والآثار ج:6 ص:484۔

[24] ابن ابی شیبۃ، المصنف فی الاحادیث والآثار، ج6، ص484۔

[25] السِّجِستانی، أبو داود سلیمان بن الأشعث، سنن أبی داود (بیروت: المکتبۃ العصریۃ، صیدا، بدون التاریخ) ج3 ص60۔

[26] الشیبانی، أحمد بن محمد بن حنبل، مسند الإمام أحمد بن حنبل (بیروت: مؤسسۃ الرسالۃ الطبعۃ: الأولی، 1421ھ) ج30 ص86۔

[27] السِّجِستانی، سنن أبی داود، ج3 ص55۔

[28] سورۃ محمد: 4

[29] سورۃ الدھر: 8